طبقۂ مترفین اور اسلام کا نظامِ عدل

مولانا گوہر رحمٰن

(۳)

(۴) زمینوں کے ارتکاز کا خاتمہ اور زرعی اصلاحات

پاکستان میں زمینوں کے بڑے بڑے رقبے چند بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں کے قبضے میں آگئے ہیں۔ اس ارتکاز الاراضی کی وجہ سے بے شمار سیاسی، معاشی اور معاشرتی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لیے مصالح عامہ کے حصول اور مفاسدِ عامہ کے ازالے کے لیے زمینوں کے اس ارتکاز کو ختم کرنا اور زرعی اصلاحات کے لیے مؤثر اور نتیجہ خیز اقدامات کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

مارشل لاء ریگولیشن ۱۱۵، ۱۹۷۲ء اور زرعی اصلاحات کے ایکٹ نمبر ۲، ۱۹۷۷ء کے ذریعے مجموعی طور پر ۱۴،۱۵،۰۵۶ ایکڑ رقبہ لینے کا اعلان بھٹو حکومت نے کیا تھا اس سے قبل ایوب خان کے دورِ حکومت میں بھی زرعی اصلاحات کی گئی تھیں۔ لیکن ان اصلاحات میں شرعی احکام کو بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا، اور زمینداروں کے تحفظ کے لیے چور دروازے بھی کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ اس لیے ہم آج بھی دیکھ رہے ہیں کہ نہ زمینوں کا ارتکاز ختم ہوا ہے، نہ اس ارتکاز کے سیاسی اور معاشی مفاسد کا ازالہ ہوا ہے، اور نہ ملک کے تقریباً ایک کروڑ کاشتکاروں کو زمینداروں کے استحصال اور مظالم سے آزادی مل سکی ہے۔ بلکہ تمام مفاسد اور خرابیاں جوں کی توں موجود ہیں۔ مروجہ زمینداری اور جاگیرداری کے مفاسد کے ازالے اور ارتکاز الاراضی کے خاتمے کا اسلامی طریقہ درج ذیل ہے:

۱۔ وہ تمام زمینیں بلا معاوضہ ضبط کر کے قابض کاشتکاروں میں مفت تقسیم کر دی جائیں جو انگریزوں یا سکھوں نے اپنے وفادار خاندانوں کو بطور رشوت دی تھیں۔ ایک کمیشن قائم کیا جائے جو اراضی کی تحقیق کرے اور پھر اس تحقیق پر شرعی احکام کے مطابق عمل کرے۔ اس کی ایک

دلیل یہ ہے کہ یہ جاگیریں ایک کافر حکومت نے دی تھیں اور کافر و غیر اسلامی حکومت کی دی گئی زمینوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ جاگیریں استحقاق کی بنیاد پر نہیں دی گئی تھیں۔ ان خان بہادروں نے نہ کوئی دینی خدمات انجام دی تھیں اور نہ کوئی عوامی اور قومی خدمات انجام دی تھیں جن کے صلے میں ان کو یہ زمینیں دی گئی ہوں۔ نہ یہ لوگ غریب تھے کہ ان کی غربت کو ختم کرنے کے لیے ان کی مدد کی گئی ہو۔ بلکہ یہ جاگیریں ان کو انگریزوں کی سامراجی اور کافرانہ حکومت سے تعاون کے بدلے میں دی گئی تھیں' جو رشوت کی تعریف میں آتی ہیں' اور رشوت کے ذریعے حاصل کردہ اموال کا ضبط کرنا حکومت کا فرض ہے۔ اگرچہ رسول اللہؐ اور خلفائے راشدینؓ نے لوگوں کو زمینوں کے عطیے دیے تھے' جن کی تفصیل ابوعبیدؒ کی کتاب الاموال' ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج اور یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج میں موجود ہے' لیکن ایک تو وہ اسلامی حکومت تھی' اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ تمام زمینیں استحقاق کی بنیاد پر دی گئی تھیں' اور شرعی شرائط پوری نہ کرنے پر بعض عطایا واپس بھی لیے گئے تھے۔

یہاں پر یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمینداروں کو تو یہ زمینیں اپنے باپ دادا سے میراث میں ملی ہیں۔ انگریزوں سے اگر لی تھیں تو ان کے باپ دادا نے لی تھیں' انہوں نے تو براہ راست انگریزوں سے نہیں لی تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میراث ملکیت میں جاری ہوتی ہے۔ جب ان کے باپ دادا کی ملکیت میں یہ جاگیریں آئی ہی نہیں تھیں بلکہ صرف ناجائز قبضے میں رکھی ہوئی تھیں' تو ان میں میراث کے احکام جاری ہی نہیں ہو سکتے۔ ان زمینداروں کا موجودہ قبضہ بھی غیر شرعی ہے اور ان کے باپ دادا کا قبضہ بھی غیر شرعی تھا۔ یہ قومی زمینیں ہیں جو سامراجی حکومت نے اپنے خان بہادروں کو بطور رشوت دی تھیں۔ اور ان کو اب قوم کے مستحقین میں تقسیم کر دینا چاہیے۔

۲۔ وہ تمام زمینیں قابض کاشتکاروں (دخیل کاروں) کی ملکیت میں دے دی جائیں جن کو ان کے باپ دادا نے آباد کیا تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ

مَنْ اَعْمَر ارضاً لیست لا حدٍ فھو احق بہ (بخاری فی المزارعۃ)

جس نے ایسی غیر آباد زمین کو آباد کیا ہو جس کا کوئی مالک نہ ہو تو وہی اس کا حقدار ہے۔

نیز رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "حد بندی اور نشان بندی کرنے والے کا تین سال کے بعد کوئی حق نہیں ہے" (کتاب الخراج' لابی یوسف)

اس فرمانِ رسولؐ کے مطابق حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں اعلان کر دیا تھا کہ

"جس شخص نے مردہ زمین کو آباد کیا ہو وہ اسی کی ہے اور نشان بندی کر کے قبضہ جمانے والے کا تین سال کے بعد کوئی حق نہیں ہو گا" (اگر اس نے اس مدت میں آباد نہ کی ہو) (الخراج لابی یوسف الخراج یحییٰ بن آدم)

اسی شرعی قانون کی رو سے حضرت عمرؓ نے قبیلہ مزینہ یا جھینہ کے کچھ لوگوں کی جاگیریں ضبط کر لی تھیں، اور بلالؓ بن حارث مزنی کی جاگیر کا ایک وسیع رقبہ بھی اس سے واپس لے کر دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ حالانکہ یہ زمینیں آباد کاری کے لیے رسول اللہؐ نے ان کو دی تھیں، مگر چونکہ خود رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ تین سال کے بعد قبضہ نہ کرنے والے کا حق ختم ہو جاتا ہے اس لیے اس ارشاد کی تعمیل میں حضرت عمرؓ نے یہ زمینیں واپس لے لیں۔

موجودہ بڑے زمینداروں کے باپ دادا نے انگریزوں یا سکھوں کے الاٹ کردہ بڑے بڑے رقبوں کی حد بندی اور نشان بندی کر کے قبضہ کر لیا تھا۔ کچھ زمینوں کو تو انہوں نے خود آباد کیا تھا یہ تو ان کی ملکیت بن سکتی ہیں اس لیے کہ جمہور فقہا کے نزدیک حکومت کی اجازت و الاٹ منٹ کے بغیر بھی جو شخص غیر آباد زمین کو آباد کر لے تو وہ اسی کی ہو گی لیکن باقی وسیع و عریض زمینوں کو ان خان بہادروں، وڈیروں اور چودھریوں نے موجودہ قابضین کے باپ دادا کے ذریعے بطور مزارعت آباد کروایا تھا' لہٰذا مذکورہ سنتِ رسولؐ اور سنتِ خلافت راشدہ کے مطابق یہ زمینیں انہی کی ہیں جن کے باپ دادا نے ان کو مزارعین کی حیثیت میں آباد کیا تھا۔ مزارع تو وہ ہوتا ہے، جس نے کسی مالک کی زمین بٹائی پر کاشت کی ہو یا کرائے پر لی ہو۔ جب نشان بندی کر کے قبضہ کرنے والوں کو ان زمینوں پر شرعاً" مالکانہ حقوق حاصل نہیں تھے تو وہ کاشتکاروں کو اپنے مزارعین کیسے کہہ سکتے ہیں۔ انگریزی اور سرکاری کاغذات میں کسی کو مالک لکھنے سے تو شرعی ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ انگریز کے طاغوتی قانون میں بلا شبہ یہ ان کی ملکیت متصوّر ہوتی ہوں گی مگر بات شرعی قانون کی ہو رہی ہے۔

۳۔ بعض زمینیں، کارخانے اور دوسری قسم کی جائیدادیں ایسی ہیں جن میں سالہا سال سے شرعی احکام کے مطابق وراثت جاری نہیں ہوئی۔ ان مترفین نے خواتین کو میراث کے حق سے محروم کر دیا ہے حالانکہ شریعت نے ان کو یہ حق دیا ہے۔ شرعی حکم یہ ہے کہ جس نے کسی دوسرے وارث کا حق دبا لیا ہو تو اس پر اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اصل وارثوں کو نہ لوٹائی جائے اس وقت تک یہ ملکیت ناجائز ہی رہے گی۔ ایسی تمام جائیدادیں بھی اصل مالکوں یا ان کے وارثوں کو دینا لازم ہے، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ضبط کر کے مستحقین میں تقسیم کر دی

جائیں جیسا کہ تمام ناجائز املاک کے بارے میں شریعت کا حکم ہے۔

۴۔ اس نوعیت کی زمینیں بھی کافی مقدار میں موجود ہیں جو اصل میں کسی اور کی ملکیت تھیں مگر ظالم زمینداروں نے ان پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے' یا مالکوں کو دھوکہ دے کر قبضہ کر لی ہیں۔ ان کو بھی اصل مالکوں یا ان کے وارثوں تک پہنچانا ضروری ہے' ورنہ پھر نادار لوگوں میں تقسیم کرنا ہوں گی۔ ناجائز زمینوں کے ضبط کرنے کے بارے میں سپریم کورٹ کے اپیل بنچ کا فیصلہ بھی موجود ہے' جسے جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے اور دوسرے ججوں نے اس سے اتفاق کیا ہے (پی ایل ڈی ۱۹۹۰ء ص ۱۸۵ پیراگراف ۵۷ ص ۱۶۲ پیراگراف ۱۴۵ ص ۲۶۳ پیراگراف ۱۵۰' ا ـ ۲)

(۵) تحدیدِ ملکیت

پانچواں اصول تحدیدِ ملکیت ہے اس اصول کے نفاذ میں کچھ تفصیلات ہیں جن کی تلخیص پیش کی جارہی ہے ۔ اگر ناجائز زمینوں کی ضبطی کے بارے میں مذکورہ بالا احکام پر عمل کیا جائے تو میرے اندازے کے مطابق پاکستان میں تحدیدِ ملکیت کی ضرورت باقی نہیں رہے گی ' اس لیے کہ بڑے بڑے زمینداروں کی زمینوں کا بہت بڑا حصہ ناجائز ہے جو بلا معاوضہ ضبط کرنا حکومت کا فرض ہے۔ ان کی ضبطی کے بعد ار تکاز الاراضی کافی حد تک ختم ہو جائے گا 'اور جاگیرداروں کی راجدھانیاں بھی ختم ہو جائیں گی ۔ لیکن پھر بھی حلال ذرائع سے حاصل کردہ زمینیں بعض اوقات بہت زیادہ ہو سکتی ہیں ۔ اس لیے تحدیدِ ملکیت کی جائز اور ناجائز صورتوں کی بقدرِ ضرورت تفصیلات پیش کرنا مفید ہو گا ۔

الف ـ مستقل تحدیدِ ملکیت

حکومت کی جانب سے ملکیت کی ایک "مستقل حد" مقرر کرنا اور "مستقل قانون" بنا دینا کہ اس حد سے زائد کوئی چیز نہ ملکیت میں لائی جا سکے گی اور نہ ملکیت میں رکھی جا سکے گی ' تحدید کی یہ صورت تو جائز نہیں ہے' اس لیے کہ اسلام نے جائز ملکیت پر کوئی حد عائد نہیں کی اور اللہ کی حلال کردہ چیز کو مستقل طور پر ممنوع قرار دینے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ اس کے عدم جواز کے ثبوت میں درج ذیل آیات پر غور فرمایئے !

اے ایمان والو ! حرام نہ ٹھہراؤ ان پاک چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو' بے شک حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا

(المائدہ ۵: ۸۷)

کہہ دو! کہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا ہے پھر تم نے اس میں سے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال بنا ڈالا! کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو (یونس ۱۰: ۵۹)

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانا، اور مستقل طور پر ممنوع قرار دینا، حد سے تجاوز کرنا ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ اس نوعیت کی مستقل تحدیدِ ملکیت کے لیے نہ کوئی آیت موجود ہے، نہ کوئی حدیث، نہ خلافتِ راشدہ کی سنت اور نہ کسی فقیہ کا فتویٰ۔ یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

ب - عارضی تحدیدِ ملکیت

تحدیدِ ملکیت کی دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کی جائز ملکیتوں کو تو بحال رکھا جائے، مگر مصلحتِ عامہ کی خاطر یا غیر محدود ملکیتوں کے مفاسد کے سدِّ باب کی خاطر، ایک محدود مدت کے لیے یہ قانون بنا دیا جائے کہ کوئی بھی شخص اس محدود مدت تک فلاں چیز، مثلاً زرعی زمین، کارخانہ، کرائے کے مکان اور دکان، رہائشی مکان، ٹرک اور بس یا دوسری اشیاءِ استعمال یا ذرائع آمدن، ایک مقررہ حد سے زائد اپنی ملکیت میں نہیں لا سکے گا۔ تو اس نوعیت کی تحدید اور پابندی حلال کو حرام کرنا نہیں، یہ ایک مباح فعل پر، یا مباح چیز پر "جلبِ مصلحتِ عامہ" اور "دفعِ مضرتِ عامہ" کی خاطر عارضی طور پر پابندی لگانا ہے۔ اسلامی حکومت کی مجلسِ شوریٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایسی پابندی لگا دے۔ البتہ کسی فرض اور واجب پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔ مگر ملکیت میں ضرورت سے زیادہ اضافہ کرنا فرض اور واجب تو نہیں ہے، بلکہ صرف مباح ہے، اور تحدید کا ایسا حکم اور قانون، معصیت کے ارتکاب یا ترکِ واجب کا حکم اور قانون نہیں ہو گا جس کی اطاعت جائز نہ ہو۔ یہ مصلحتِ عامہ کے حصول کے لیے اور مفسدہ عامہ کے سدِّ باب کے لیے ایک امرِ مباح پر پابندی ہے جس کی اطاعت واجب ہے، بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو اور تحدید کا فیصلہ اس کی مجلسِ شوریٰ نے کیا ہو۔ لیکن ملکیت میں مجلسِ شوریٰ کی مقررہ حد سے اضافہ اگر وراثت میں حاصل کردہ مال کی وجہ سے ہوا ہو تو وہ مستثنیٰ ہو گا۔ اس کی دلیل وہ تمام آیات و احادیث ہیں جن میں اولو الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی اصول کی بنا پر فقہا نے لکھا ہے کہ:

حاکم اگر کسی شہر کے باشندوں کو مہنگائی یا وبا کی وجہ سے کچھ دن تک روزہ رکھنے کا حکم

دے تو اس حکم کی تعمیل امیر کے حکم کی وجہ سے عوام پر واجب ہے (اس لیے کہ امیر کی اطاعت ان چیزوں میں واجب ہے جو معصیت نہ ہوں) (تکملہ رد المختار ج ۲ ص ۵۴، ونحوہ فی رد المختار ج ۱ ص ۷۹۲ باب الاستسقاء)

لیکن اس قسم کے حکم کے لیے شرط یہ ہے کہ امیر کا یہ حکم مصلحتِ عامہ پر مبنی ہو ویسے ہی تنگ کرنے کے لیے نہ ہو۔ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ

تصَرُّف الامام منوط بالمصلحۃ (الاشباہ لابن نجیم ج ۱ ص ۱۵۷ والمجلۃ دفعہ ۵۷)

حکمران کا رعیت پر تصرف اور حکم مصلحت کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔

مصلحتِ عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے وسائل کا محدود ہاتھوں میں ارتکاز نہ ہو بلکہ منصفانہ تقسیم اور گردش جاری رہے، اور عوام الناس کو باعزت طریقے پر روزی کمانے کے مواقع میسر ہوں، اور کوئی شخص ان کا استحصال نہ کر سکے۔ اموال بنو نضیر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ** "تاکہ یہ مال تمہارے اغنیا ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے"۔ یہ آیت اگرچہ مالِ فئی سے متعلق ہے لیکن قاعدہ یہ ہے کہ شریعت کے کسی حکم کی علت و مصلحت جب آیت یا حدیث میں صراحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہو، (علت منصوصہ ہو) تو حکم کا دار و مدار اس مصلحت پر ہوتا ہے۔ اس قاعدے کی رو سے محققین نے اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ اسلام سرمایہ اور وسائلِ رزق کے اجتماع و ارتکاز کو پسند نہیں کرتا بلکہ تقسیم اور گردش کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا منصفانہ تقسیم کی مصلحت کے لیے اور ارتکاز کے سیاسی و معاشی مفاسد اور استحصال کے سدِ باب کے لیے اگر حکومتِ عادلانہ اس قسم کی عارضی اور وقتی تحدیدِ ملکیت کا قانون نافذ کرے تو اس کی اطاعت عوام پر واجب ہو گی۔

ج – تحدیدِ ملکیت بذریعہ جبری خریداری

تحدیدِ ملکیت کی تیسری صورت یہ ہے کہ جائز املاک کی ایک حد مقرر کر دی جائے، اور اس مقررہ حد سے زائد مارکیٹ نرخ پر معاوضہ دے کر زبردستی خرید لی جائیں، اور پھر بے زمین کاشتکاروں کو قیمت لے کر یا مفت دے دی جائیں، (جیسے بھی حالات اور بیت المال کی گنجائش کا تقاضا ہو)، اور آئندہ کے لیے مقرر حد سے زائد املاک خریدنے پر کچھ مدت تک پابندی لگا دی جائے۔ اس سلسلے میں شریعت کا اصل حکم تو یہی ہے کہ مالک کی رضا مندی کے بغیر اس کی کوئی چیز جبراً خریدنا جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم کا واضح حکم ہے کہ تجارت (بیع و شراء) باہمی رضا مندی سے ہونی چاہیے (النساء ۴ : ۲۹) رسول اللہؐ نے بھی فرمایا ہے کہ **انما البیع عن تراض** " خرید و

فروخت تو باہمی رضا مندی ہی سے ہو سکتی ہے" (ابن ماجہ فی التجارت) لیکن شخصی ضرورت یا قومی یا عوامی ضرورت کے وقت بقدر ضرورت جبری خریداری کی بھی اجازت ہے۔ شخصی ضرورت یا چند اشخاص کی ضرورت کی ایک مثال درج ذیل حدیث میں بیان ہوئی ہے'

عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی کریمؐ سے عرض کی کہ آپ ہمیں جب کسی مہم پر بھیجتے ہیں تو ہم کبھی ایسے لوگوں کے پاس بھی ٹھہرتے ہیں جو ہماری مہمان داری نہیں کرتے تو اس کے بارے میں آپؐ کی ہدایت کیا ہے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم کسی قوم کے پاس ٹھہرو اور وہ تمہیں وہ کھانا پیش کریں جو عادتاً" مہمان کو دیا جاتا ہے تو اسے قبول کرلو (یعنی زیادہ یا اچھا کھانا طلب نہ کرو) اور اگر وہ ایسا نہ کریں' تو تم ان سے مہمان کا حق لے لو (یعنی ضرورت کی حد تک ان سے کھانا لے لو) (صحیح بخاری کتاب المظالم 'کتاب الادب)

سنن ترمذی میں لفظ لذھا بھی آیا ہے یعنی ان سے زبردستی لے لو ----- (ترمذی فی السیر) امام احمدؒ اور لیث بن سعدؒ نے اس حدیث کی یہ توجیہہ کی ہے کہ ضیافت واجب ہے ' اور ضرورت کے وقت مہمان حقِ ضیافت جبراً وصول کر سکتا ہے ۔ مگر جمہور کی رائے یہ ہے کہ ضیافت واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے' اور اس حدیث کی توجیہہ یہ کی ہے کہ یہ اضطراری حالت کے بارے میں ہے جس میں بقدرِ ضرورت کھانا زبردستی بھی لیا جا سکتا ہے۔ ابن حجرؒ نے اسی توجیہہ کو ترجیح دی ہے اور مشہور و معروف توجیہہ بھی یہی ہے ۔ لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ جبر کیے بغیر کھانا قیمتاً دینے سے بھی انکار کر دیں تو پھر ان سے زبردستی خرید لو! قاضی ابوبکر بن العربیؒ نے بھی ترمذی کی توجیہہ کو ترجیح دی ہے' اور لکھا ہے کہ جب کچھ لوگ بھوکے ہوں اور کچھ اور لوگوں کے پاس کھانا موجود ہو تو ان پر یہ کھانا بیچنا لازم ہے' اگر وہ بیچنے کے لیے بھی تیار نہ ہوں تو ان سے زبردستی خریدا جا سکتا ہے۔(عارضتہ الاحوذی فی السیر ج ۷ ص ۸۷)

یہ تو شخصی ضرورت کی مثال تھی قومی اور عوامی ضرورت کی مثال یہ ہے'

۱۷ھ میں جب مسجدِ حرام کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اردگرد کے گھر خرید کر منہدم کروا دیئے ۔ کچھ لوگوں نے بیچنے سے انکار کر دیا چنانچہ ان کے گھروں کی قیمتیں کعبے کے خزانے میں رکھ دی گئیں اور بعد میں مالکوں نے لے لیں۔ ۲۶ ھ میں جب دوبارہ مسجدِ حرام کی توسیعِ مزید کی ضرورت پڑی تو حضرت عثمانؓ نے مزید

گھر خرید کر منہدم کروا دیئے ۔ بعض لوگوں نے جب جبری خریداری پر احتجاج کیا تو ان کو قید کرنے کا حکم دے دیا (تاریخ مکہ للازرقی،طبع مکہ ۱۴۰۳ھ ' ج ۲ ص ۶۸ ـ ۶۹)

خلافتِ راشدہ کی اسی سنت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ اگر جنگ کے دوران گھوڑے کی ضرورت پیش آئے اور گھوڑے کا مالک اپنا گھوڑا دینے کے لیے تیار نہ ہو تو امیر یہ گھوڑا زبردستی لے سکتا ہے ۔ شمس الائمہ سرخسیؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امیر کو مسلمانوں کے معاملات کا نگران بنایا گیا ہے اس لیے اس کے لیے جائز ہے کہ ضرورت کے وقت کسی کا مال قیمت دے کر لے لے (شرح السیر الکبیر ج ۲ ص ۲۴۵)

علامہ علاء الدین "در مختار" میں لکھتے ہیں کہ "اگر مسجد نمازیوں کے لیے تنگ ہو گئی ہو تو اس کی توسیع کے لیے قریب کی زمین یا گھر یا دکان قیمت دے کر زبردستی خریدے جا سکتے ہیں" (مجموعہ شامی ج ۳ / ۴۲۱) فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ "فقہا نے کہا کہ حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ضرورت کے وقت کسی کی ملکیت کو عوامی راستے میں شامل کر دے (فی الزکوٰۃ فصل فی احیاء الموات) یہی بات خلافتِ عثمانی کے مدوّن کردہ قانون میں بھی مذکور ہے (الجلہ للاحکام العدلیہ دفعہ ۱۲۱۶)

عوامی ضرورت پوری کرنے کے لیے جبری خریداری کی ایک مثال یہ ہے کہ "اگر کسی تاجر نے گراں فروشی کی غرض سے اشیاء ضرورت کی ذخیرہ اندوزی کر رکھی ہو (احتکار کر لیا ہو) تو قاضی اسے حکم دے گا کہ اپنی اور اپنے زیرِ کفالت لوگوں کی ضرورت سے زائد چیزیں مارکیٹ میں لا کر فروخت کر دو اگر وہ ایسا نہ کرے تو قاضی ان اشیاء کو مالکوں کی طرف سے جبراً فروخت کر سکتا ہے" (اس لیے کہ عوامی مفاد شخصی مفاد پر مقدم ہے اور حکومت عوامی مفاد کے تحفظ کی ذمہ دار ہے)(بدائع الصنائع از کاشانی ج ۵ ص ۱۲۹ ' رد المختار ج ۵ ص ۲۸۲ ' الاختیار ج ۴ ص ۱۶۱ کتاب الکراھیتہ)

مسجد کی توسیع ' راستوں کی توسیع اور خوراک کی فراہمی عوامی ضرورت کی چیزیں ہیں جن کے لیے خلاف راشدہ کی سنت کی روشنی میں فقہا نے جبری خریداری کی اجازت دی ہے ' اس نوع کی دوسری عوامی ضروریات مثلاً قبرستان' ہسپتالوں ' تعلیمی اداروں ' فوجی چھاؤنیوں اور سرکاری دفاتر کے لیے بھی جبری خریداری کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح بے زمین کاشتکاروں کو روزگار فراہم کرنا بھی میری رائے میں عوامی ضرورت ہے اس کے لیے جبری خریداری کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

د ۔ عوامی حاجت اضطرار کا درجہ رکھتی ہے

یہاں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کسی کی جائز ملکیت قیمتاً یا بلا قیمت (حالات کے مطابق) لینا اضطرار کی حالت میں تو جائز ہے ' مگر عوامی حاجت تو اضطرار کی تعریف میں نہیں آتی۔ "اضطرار" کی تعریف فقہا نے اس طرح کی ہے کہ :

کسی کا ایسی حد تک پہنچنا کہ اگر وہ کسی ممنوع چیز کو حاصل نہ کرے تو وہ مرجائے گا یا مرنے کے قریب پہنچ جائے گا (الاشباہ ج ا ص ۱۱۹)

اور حاجت کی فقہی اور قانونی تعریف یہ ہے کہ :

کوئی شخص سخت مشقت اور تکلیف کی حالت میں ہو مگر وہ مشقت اور تکلیف ایسی ہو کہ اگر وہ شخص کسی ممنوع چیز کو حاصل نہ کرے تو اس کے مرنے یا قریب الموت ہونے کا خطرہ نہیں ہو گا (الاشباہ ج ا ص ۱۱۹)

"حاجت" اور "ضرورت" (اضطرار) کے اس فرق سے معلوم ہوا کہ مسجدوں اور راستوں کی توسیع' عوام کو مصنوعی مہنگائی سے بچانا ' اور عوام کو روز گار فراہم کرنا عوامی حاجت تو ہے مگر اضطرار نہیں ہے ۔ پھر ان حاجات کو پوری کرنے کے لیے جبری خریداری کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے ؟ اس سوال کا جواب فقہا کرامؒ نے یہ دیا ہے کہ :

الحاجتہ العامّتہ تنزل منزِلتہَ الضُّرورۃ الخاصّتہِ فی حق احاد الناس (القواعد للزرکشی ج ا ص ۲۴ والمجلہ دفعہ ۳۲)

عوامی حاجت اس شخصی ضرورت و اضطرار کے قائم مقام ہے جو افراد کو پیش آتا ہے۔

عوام کو اور لاکھوں بے زمین کسانوں کو اس تکلیف و مشقت سے نکالنا جس میں یہ آج مبتلا ہیں' اور ان کو کاشت کے لیے زمینیں فراہم کرنا ' اسی طرح وسائل رزق پر چند خاندانوں کی اجارہ داریاں ختم کرانا ' وہ "عوامی حاجت " ہے جو " شخصی " کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کی بنیاد پر تحدیدِ ملکیت بذریعہ جبری خریداری کا قانونِ اضطرار بنانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

ھ ۔ قاعدۂ سدِّ ذریعہ

اس فقہی اور شرعی قاعدے کا مفہوم یہ ہے کہ "ایک مباح اور جائز چیز ' بلکہ مستحب چیز بھی جب فساد ' ظلم اور شرعاً ناجائز کام کا ذریعہ بن رہی ہو یا گمان غالب یا یقین ہو کہ یہ اس کا ذریعہ بن جائے گی' تو وہ چیز یا کام قابلِ ترک ہو جاتا ہے ' تاکہ خرابی کا چور دروازہ بند کر دیا جائے"۔

(المقدمات لابن رشد الکبیر ج ۲ ص ۹۸، قرطبی ۲ ص ۵۷ - ۵۸، اعلام الموقعین ج ۳ ص ۱۴۷ - ۱۴۸)

مالکی اور حنبلی فقہ میں اس قاعدے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ "خرابی اور برائی کے راستوں کو بند کرنا اور ان پر پابندی لگانا شریعت میں مطلوب ہے، اور یہ شریعت کے قطعی اصول میں سے ہے" (الموافقات ج ۳ ص ۶۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس قاعدے کی ۳۰ مثالیں پیش فرمائی ہیں (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳ ص ۱۴۰ تا ۱۴۵) اور حافظ ابن قیمؒ نے اس کی ۹۹ مثالیں دی ہیں اور مفصل تشریح کی ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۱۴۷ تا ۱۷۱)

اس فقہی قاعدے کی بنیاد پر بھی مقررہ حد سے زائد زمینیں اور عوامی ضرورت کے دوسرے املاک زبردستی خرید کر مستحقین میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں، اس لیے کہ یہ زمینداریاں آج ظلم و استحصال اور سیاسی و معاشی خرابیوں کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ ہمارا معاشرہ دو طبقوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ ایک طبقہ زمینداروں، جاگیرداروں اور صنعت کاروں کا ہے جس نے اپنے مترفانہ اور استحصالی ہتھکنڈوں کے ذریعے کروڑوں عوام پر معاشی، معاشرتی اور سیاسی فوقیت اور برتری حاصل کر لی ہے۔ دوسرا طبقہ کسانوں، کاشتکاروں، ہاریوں اور زرعی و صنعتی مزدوروں کا ہے جو پس ماندہ، خستہ حال اور پسا ہوا ہے۔ معاشرتی اعتبار سے یہ طبقہ بے وقعت اور حقیر بنا دیا گیا ہے، معاشی طور پر یہ طبقہ محروم ہے، اور سیاسی طور پر محکوم ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ نہ کسانوں اور ہاریوں کو ان کی محنت کا صلہ عدل کے مطابق ملتا ہے اور نہ زرعی اور صنعتی مزدوروں کو ان کا عادلانہ حق ملتا ہے۔ کسانوں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان پر بٹائی کے معاملے میں ایسی شرطیں عائد کی جاتی ہیں جو شرائطِ فاسدہ ہیں، اور بیگار کی تعریف میں آتی ہے۔ ان سے معاشی آزادی ہی نہیں چھینی جاتی بلکہ "رائے دہی" کی آزادی بھی سلب کر لی جاتی ہے۔ اگر مزارعین اور مزدوروں نے مالکان کی خواہش پر ووٹ نہ دیے ہوں، تو نہ صرف یہ کہ ان کو روز گار سے محروم اور زمینوں سے بے دخل کر دیا جاتا ہے بلکہ دوسرے مظالم بھی ڈھائے جاتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جاگیرداروں اور زمینداروں کی حیثیت ہمارے ملک میں آقاؤں کی ہے، اور کسانوں کی حیثیت ان کے زر خرید غلاموں کی۔

یہ ہے وہ ظلم و فساد جس میں پاکستان کے لاکھوں کسان مبتلا ہیں۔ یہ سب کچھ ایک محدود طبقہ اپنی جاگیروں اور غیر محدود املاک کی قوت پر کر رہا ہے۔ اگر ان کی اس قوت کو کم کر دیا جائے تو

مظالم کا سدِّ باب ہو جائے گا۔ تو قاعدۂ سدِّ ذریعہ کا تقاضا یہ ہے کہ ظلم و استحصال کے ان ذرائع کو محدود کر دیا جائے اور جبری خریداری کے ذریعے یہ تحدید کر دی جائے۔

مگر اس بارے میں اسلامی حکومت کی مجلسِ شوریٰ شرعی احکام و شرائط کو ملحوظ رکھ کر اور حالات کا صحیح جائزہ لے کر باقاعدہ قانون بنائے گی ' اور حکومت اسے نافذ کرے گی۔ مجلسِ شوریٰ کے فیصلے اور قانون سازی کے بغیر انتظامیہ کو اپنی صوابدید پر من مانیاں کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ مگر دوبارہ یاددہانی کراتا ہوں کہ تحدیدِ ملکیت کی یہ ساری بحث ان زمینوں یا دوسرے املاک کے بارے میں ہے جو حلال ذرائع سے حاصل کیے گئے ہوں مگر ظلم و فساد کا ذریعہ بن رہے ہوں۔ ورنہ وہ املاک جو حرام ذرائع سے حاصل کیے گئے ہوں وہ تو سب کے سب بلا معاوضہ ضبط کرنا حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ ہمارے ملک کے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینوں کا اکثر حصہ حرام ہے اسے ضبط کرنے کے بعد مزید تحدید کی ضرورت باقی نہیں رہے گی ' اور ان کی راجدھانیاں ختم ہو جائیں گی۔ مگر اس کے باوجود کہ یہ امکان بہر حال موجود ہے کہ حلال ذرائع سے حاصل کردہ زمینیں اور جائیدادیں بھی کسی مخصوص طبقے میں سمٹ کر رہ جائیں ' اور اس ارتکاز و اجتماع کی بنا پر عوام کو شدید مشقت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو تو پھر "عوامی حاجت" اور "قومی مصلحت" کے حصول کی خاطر "ظلم و فساد کے سدِّ باب" کی خاطر یعنی "جلبِ منفعت" اور "دفعِ مضرت" کے لیے ایک حد مقرر کر کے اس سے زائد املاک معاوضہ دے کر لیے جا سکتے ہیں۔ ---- واللہ یقول الحقّ وھو یھدی السّبیلَ

(جاری ہے)